حافظ صلاح الدین یوسف ﷾

قسط سوم (آخری)

حلالۂ ملعونہ مروّجہ کا قرآن سے جواز؟

پس نوشت

مضمون کی تکمیل کے بعد چند مزید چیزیں اور نظر سے گزریں یا علم میں آئیں، مناسب معلوم ہوتا ہے وہ بھی نذرِ قارئین کر دی جائیں۔ ان میں سے ایک خود مولانا تقی عثمانی صاحب کا فرمودہ ہے کہ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جب کہ حلالۂ ملعونہ کے جواز کی ساری بنیاد ہی حیلے پر ہے، تعجب ہے کہ محولہ فتوے کے باوجود موصوف حلالۂ ملعونہ کو حیلوں اور باطل تاویلوں سے حلال کر کے دین کو کیوں بازیچۂ اطفال بنا رہے ہیں؟

دوسرا، ایک مضمون جو 'معارف' اعظم گڈھ (بھارت) میں آج سے چند سال قبل شائع ہوا تھا، ہمارے ایک فاضل دوست وحید احمد صاحب نے لا کر دکھایا جو پاک و ہند سے شائع ہونے والے دینی و علمی لٹریچر کے مطالعے کے بڑے شوقین ہیں اور کاروباری ہونے کے باوجود بہت اچھا علمی ذوق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حنفی (دیوبندی) ہونے کے باوجود اپنے حنفی علما کے تقلیدی جمود پر سخت شاکی ہیں۔ جب راقم نے ان سے 'تفویض طلاق' اور 'حلالے' والے مضمون کا ذکر کیا تو انھوں نے 'معارف' کے دو شمارے اپنی لائبریری سے لا کر مجھے دیے جن میں سے ایک میں تفویض طلاق پر مضمون تھا اور دوسرے میں حلالہ مروّجہ ملعونہ پر۔

راقم کو یہ دونوں مضامین دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ تفویض طلاق کے بارے میں راقم نے جو کچھ لکھا ہے، وہی موقف 'معارف' میں چند سال قبل شائع شدہ مضمون میں اختیار کیا گیا ہے کہ یہ سراسر ناجائز ہے۔ اور تعجب اس پر ہوا کہ فاضل مضمون نگار جامعہ کراچی میں فقہ و اسلامیات کے اُستاذ ہیں اور حنفی (بریلوی) مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ نے موصوف کو مذکورہ دونوں مسئلوں میں تقلیدی جمود سے نکل کر قرآن و حدیث میں بیان کردہ موقف کو اختیار کرنے کی توفیق سے نوازا۔ كَثَّرَ اللهُ أَمْثَالَهُمْ فِينَا

بہر حال اب یہ سب چیزیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔ پہلے مولانا تقی عثمانی صاحب بالقابہ کا فتوی، اور پھر 'معارف' والا مضمون، اور بعد میں دیگر آراء...

۱۔ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، مولانا تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

مولانا تقی عثمانی صاحب حیلہ 'تملیک زکاۃ' کے بارے میں فرماتے ہیں: (یاد رہے یہ حیلہ بھی احناف ہی میں رائج ہے اور انہی کے علما کا تجویز کردہ ہے)

"اور یہ جو تملیک کا حیلہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ کسی غریب کو زکاۃ دے دی اور اس سے کہا کہ تم فلاں کام پر خرچ کر دو، وہ غریب بھی جانتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کھیل ہو رہا ہے اور حقیقت میں مجھے اس زکاۃ کی رقم میں سے ایک پیسے کا بھی اختیار نہیں ہے تو یہ محض ایک حیلہ ہے اور اس کی وجہ سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔"[1]

اس واضح فتوی کے باوجود کسی حنفی کے اندر یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ مولانا موصوف سے یہ پوچھ سکے کہ جب مسئلۂ زکاۃ میں حیلے سے حکم میں تبدیلی نہیں آتی تو نکاح جیسے مسئلے میں، جو اس سے کہیں زیادہ اہم ہے، حیلے سے نکاحِ حرام، نکاحِ حلال میں کس طرح تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور زناکاری سے مطلقہ عورت زوج اوّل کے لیے کس طرح حلال ہو جاتی ہے؟

اور اب ملاحظہ فرمائیں 'معارف' میں شائع شدہ مضمون۔ اس کا عنوان بھی فاضل مقالہ نگار، ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج صاحب استاذ الفقہ والتفسیر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، ہی کا تجویز کردہ ہے۔ (حال ہی میں فاضل مقالہ نگار کو کراچی میں دہشت گردی کا شکار کر دیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون)

۲۔ حلالۂ مروّجہ اور قرآنی حلالہ کے درمیان فرق (از حافظ محمد شکیل اوج)

عارضی نکاح کو 'حلالہ' کہتے ہیں بشرطے کہ طلاق کو نکاح کی شرط نہ بنایا جائے، تاہم بہ وقت نکاح طلاق کا قصد وارادہ ہو تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، اس نکاح میں اوّل الذکر شکل کو ناجائز

۱ فقہی مقالات: ۳/۱۶۵، طبع کراچی

اور گناہ جب کہ مؤخر الذکر صورت کو جائز و روا قرار دیا جاتا ہے۔ شرط و قصد کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے، مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ قرآن مجید نے ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾[1] کے الفاظ میں جس نکاح کی بات کی ہے، وہ کون سا نکاح ہے مروّجہ حلالہ یا تحلیل شرعی؟

ہم سمجھتے ہیں کہ فقہی حلالہ قرآنی حلالہ سے بالکل الگ اور مختلف چیز ہے مگر افسوس کہ ہمارے غیر تحقیقی رویے اور قرآن سے ہمارے عدمِ تعلق اور عدمِ غور و فکر کے باعث قرآنی حلالہ، فقہی حلالہ میں گم ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اسی متاعِ گم شدہ کی تلاش و جستجو ہمارا مقصد ہے، اس سلسلے میں ہمیں چند باتوں پر غور کرنا ہو گا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی رو سے نکاح کبھی عارضی نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دائمی ہوتا ہے، اسی لئے تو 'طلاق' کا قانون بنایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی ناقابل اصلاح نقص پیدا ہو گیا تو اسے طلاق کے ذریعے ختم کیا جا سکے لیکن اگر شرطِ طلاق یا پھر قصدِ طلاق کے ساتھ نکاح منعقد ہو تو بتایا جائے کہ اپنے انجام کے اعتبار سے دونوں میں کیا جوہری فرق رہ جاتا ہے؟ مگر حیرت ہے کہ ہمارے فقہا نے قصدِ طلاق کے ساتھ ایسے نکاح کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اسے باعثِ اجر و ثواب بھی گردانا ہے۔[2]

لیکن ہمارے نزدیک کسی نکاح میں اگر 'اِحصان' کا معنی نہ پایا جائے تو اسے از روے قرآن نکاح کہنا محل نظر ہو گا، احصان 'حصن' سے بنا ہے اور حصن قلعہ کو کہتے ہیں، یعنی ایسی جگہ جو لوگوں کے لئے حفاظت کا کام انجام دے۔ شادی شدہ مرد کو محصن اور شادی عورت کو محصنہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نکاح کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو حفاظتِ نفس فراہم کرتے ہیں۔ گویا دونوں ایک قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں، مرد بہ ذریعۂ نکاح عورت کو اپنے حصن (حفاظت

1 سورۃ البقرۃ: ۲۳۰

2 درِ مختار: ۱/ ۲۴۱، باب الرجعۃ، مطبع مجتبائی دہلی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۲/ ۴۰۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸، پاکستان

وحمایت) میں لیتا ہے، اس طرح عورت کی عفت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے اور خود مرد کی بے قابو جنسی خواہش کو بھی لگام لگ جاتی ہے، یوں وہ خود بھی نکاح کے حصار میں محفوظ ہو جاتا ہے، قرآن نے مرد کو محصن اور عورت کو محصنہ کہہ کر دراصل اسی حقیقت کی تذکیر کی ہے۔

مُحصنین کے لفظ کے ساتھ ﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ کے الفاظ اس لئے استعمال ہوئے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ شارع نے اپنے ماننے والوں کے لئے اِحصان سے ہٹ کر کھلے بندوں یا چوری چھپے ہر دو طریق سے قائم جنسی تعلقات پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ آپ قرآن مجید کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھیے: ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ اور غور وخوض کے بعد انصافاً کہیے کہ کیا مروّجہ حلالہ، محصنین کی تعریف میں آتا ہے؟ یعنی کیا یہ حلالہ مرد کو عورت کی عزت وآبرو کا محافظ وامین بناتا ہے؟ یا اس کے برعکس عورت کی عزت وناموس کو لوٹنے والا، جس کی مدت عام طور پر دو ایک راتوں پر مشتمل ہوتی ہے؟

دوسرے یہ کہ نکاح میں مرد عورت کی باہمی رضامندی بنیادی عامل کا کردار ادا کرتی ہے اور اس رضامندی کی اہمیت بلکہ ضرورت کا کوئی منکر نہیں ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا حلالہ میں بھی فریقین کی آزادانہ مرضی کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حلالہ کرتے وقت استقرارِ حمل کی صورت میں آئندہ کے لائحۂ عمل کا کوئی شرعی منصوبہ مرد یا عورت کے ذہن میں ہوتا ہے؟ اور نکاحِ حلالہ کے دوران اگر کوئی فریق فوت ہو جائے تو کیا حقوقِ وراثت پیدا ہونے کا مسئلہ بھی کسی فریق کے ذہن میں ہوتا ہے؟ آپ کو ان سوالوں کا جواب شاید اثبات میں نہ ملے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حلالہ خالصتاً عارضی ہوتا ہے جو ہنگامی صورتِ حال میں وجود پذیر ہوتا ہے اور یہ کہ حلالہ کی 'دائمی نکاح' کی طرح کوئی بنیاد نہیں ہوتی گویا یہ وہ بیج ہے جو درخت پیدا کرنے کے لئے نہیں بویا جاتا۔

چوتھے یہ کہ مرد وعورت جب رشتۂ ازدواج میں بندھ رہے ہوتے ہیں تو فریقین کے متعلقین ایک دوسرے کی معاشی، اخلاقی اور مذہبی حالات کی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر لمبی چوڑی تحقیق وتفتیش کے بعد نکاح کا مقدس رشتہ وجود میں آتا ہے، کیا حلالہ بھی اپنے پس منظر میں کسی ایسی ہی انکوائری کا طلب گار ہوتا ہے؟ اپنے ضمیر کی

عدالت سے پوچھیے، اگر وہ حلالہ کو قرآن کا مطلوب نکاح قرار دے تو بے شک اسے اختیار کرلیجیے، وگرنہ خدارا اس غیر شرعی اور غیر قرآنی عمل کو تحلیل شرعی کا نام نہ دیجیے۔

﴿مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ وَ لَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ﴾[1] سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نے نکاح کو جہاں 'احصان' سے تعبیر کیا ہے، وہیں ان لفظوں سے نکاح کے مفہوم کا کامل احاطہ بھی کرلیا ہے، یعنی نکاح ایسا ہو کہ جو مُسافحت (شہوت رانی) کا غیر ہو اور مُسافحت کا غیر وہی ہو سکتا ہے جس میں احصان کا قصد ہو اور جو نکاح قصدِ احصان سے خالی ہو، وہ مسافحت کا غیر نہیں بلکہ اس کا عین ہے۔ جو لوگ نکاح کی غرض وغایت، فقط جنسی ملاپ کو قرار دیتے ہیں، اُنہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔ سچ کہیے، کیا مروّجہ حلالہ مرد وعورت کے درمیان فقط شہوت رانی اور جنسی تعلقات سے عبارت نہیں ہے؟ اور کیا ایسے نکاح میں دورانِ حلالہ علی الاعلان اور طلاق کے بعد چوری چھپے جنسی رابطے کا امکان نہیں ہے؟... کوئی ہے جو اس پر غور کرے؟

اس لئے کہ جنسی بے راہ روی صرف مرد میں نہیں ہوتی، عورت میں بھی ہوتی ہے۔ حلالہ کی صورت میں اگر ایک بار ہی سہی، کسی عورت نے اپنے مُحلّل کا ذائقہ چکھ لیا اور اسے مزہ آگیا تو کیا طلاق کے بعد وہ دوبارہ اسی محلل سے جنسی رابطہ بحال رکھنے کی خواہش مند نہیں ہو سکتی؟ کیوں کہ جس طرح ﴿مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ وَ لَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ﴾ کے الفاظ مرد کے تعلق سے آئے ہیں، اسی طرح ﴿مُحۡصَنٰتٍ غَیۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ﴾[1] کے الفاظ عورت کے تعلق سے بھی آئے ہیں، مطلب یہ کہ عورتیں بھی محصنہ بننے کے لیے قیدِ نکاح میں آئیں، کھلے بندوں شہوت رانیاں اور خفیہ آشنائیاں کرنے والی نہ بنیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حلالہ جہاں ایک طرف کھلے بندوں اور علی الاعلان (بہ صورت نکاح) شہوت رانی کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہیں چوری چھپے (بہ صورت طلاق) جنسی ملاپ کی سبیل بھی پیدا کردیتا ہے۔

ہمارے نزدیک اس قرآنی فقرہ میں معانی کا ایک جہاں سمٹا ہوا ہے۔ اس فقرہ میں نکاح کی ایسی تعریف کی گئی ہے جس کی رو سے صرف متعہ ہی حرام نہیں ٹھہرتا بلکہ مروّجہ حلالہ بھی

---

1 سورۃ النساء: ۲۵

حرام ٹھہرتا ہے کیوں کہ یہ دونوں ہی احصان کی صفت سے خالی اور مسافحت کی شناعتوں سے پُر ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْـمُسْتَعَارِ» تو انھوں نے پوچھا: "من هو يا رسول الله؟" آپ نے فرمایا: «هُوَ الْـمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللهُ الْـمُحَلِّلَ وَالْـمُحَلَّلَ لَه »[1]

امام عبدالرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

«لَا أُوتَى بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا »[2]

"میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا، لائے گئے تو میں ضرور ان دونوں کو رجم کردوں گا۔"

سنن بیہقی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ روایت آئی ہے:

رفع إليه رجل تَزَوَّج امرأة ليحلله لزوجها ففرّق بينهما وقال لاترجع إليه إلا بنكاح رغبة غير دلسة[3]

یعنی "ایک ایسا مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوا جس میں ایک شخص نے کسی عورت سے اس کے سابق شوہر کے لئے حلالہ کے طور پر نکاح کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے ان دونوں کو الگ کر دیا اور فرمایا کہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی، تاوقتے کہ اپنا مرغوب نکاح نہ کرے، یعنی ایسا نکاح جو (مروّجہ حلالہ کی) ملاوٹ سے پاک ہو۔"

آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کو ملعون قرار دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قابلِ رجم فعل گردانا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے وصفِ نکاح سے مجردمانا ہے، ایسی صورت میں ان قطعی روایتوں کے باوجود مروّجہ حلالہ پر اصرار ناقابل فہم ہے۔

---

۱ سنن ابن ماجہ:۱۹۳۶ و مستدرک حاکم وصححہ و سنن بیہقی، بحوالہ روح المعانی از علامہ سید محمود آلوسیؒ:۲/۱۴۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان

۲ مصنف عبدالرزاق:۱۰۷۷۷

۳ روح المعانی: ۲/۱۴۱

پیر محمد کرم شاہ ازہری نے ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ کی جو تفسیر کی ہے، اس میں بھی حلالہ مروّجہ کا ردّ موجود ہے، اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:

”یہاں سے تیسری طلاق اور اس کے حکم کا بیان ہے، یعنی اگر تیسری طلاق بھی اس نے دے دی تو اب جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے بالکل اسی طرح بسنے کی نیت سے نکاح نہ کرے، جیسے اس نے پہلے خاوند کے ساتھ کیا تھا اور پھر وہ دوسرا خاوند ہم بستری کرنے کے بعد کچھ مدت گزرنے پر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے، اس وقت تک وہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں جاسکتی، یہ ہے قرآن کریم کا واضح ارشاد، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، آج کل اس کا حل حلالہ کی باعثِ صد نفریں صورت میں تلاش کرلیا گیا ہے، اس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا یہ حکم پیش نظر رہے: «لعن الله المحلل و المحلل له»[1]

”حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی پھٹکار اور جس (بے غیرت) کے لئے حلالہ کیا جارہا ہے اس پر بھی اللہ کی پھٹکار۔“

﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ میں جس تحلیل شرعی کا بیان ہے، وہ عرفاً وہی ہے جو آپ نے پیر صاحب کے حوالہ سے اوپر ملاحظہ کیا، جسے میں اپنے لفظوں میں کچھ اس طرح بیان کروں گا کہ قرآنی حلالہ وہ ہے کہ جس میں بہ وقتِ نکاح، شرطِ طلاق پائی جائے نہ قصدِ طلاق۔ فریقین کی باہمی رضامندی سے زندگی بھر کے سنجوگ کے ارادہ سے وہ عورت کسی اور سے نکاح کرے، پھر اگر قدرتی طور پر وہ نکاح کامیاب نہ ہوسکے اور طلاق واقع ہوجائے یا اس عورت کا دوسرا شوہر جہانِ فانی سے ہی رخصت ہوجائے تو اس صورت میں وہ عورت اپنے شوہر کے لیے بہ غرضِ نکاح حلال ہوجائے گی۔ غرض اس تحلیل شرعی میں کوئی سازش اور کوئی خفیہ ہاتھ ایسا نہیں کہ جو عورت کے لئے اس کے پہلے شوہر کو حلال کرنے کے

1 تفسیر ضیاء القرآن: جلد اول، حاشیہ زیر آیت نمبر: البقرۃ: ۲۳۰... ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

لئے استعمال میں آیا ہو۔ یہ جو کچھ بھی ہوا محض اتفاق تھا اور بالکل فطری طور پر واقع ہوا، اسی اتفاق اور فطرت کے حسین امتزاج کو 'قرآنی حلالہ' کہا جاتا ہے اور قرآن نے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ والی آیت میں اسی حلالہ کو بیان کیا ہے نہ کہ حلالۂ مروّجہ کو۔[1]

۳۔ حلالہ قرآن کے خلاف سازش ہے!

بھارت کے ایک حنفی عالم مولانا الطاف احمد اعظمی سابق پروفیسر جامعہ ہمدرد، نئی دہلی اپنے ایک فاضلانہ مقالے بعنوان 'اسلام کا قانونِ طلاق' میں لکھتے ہیں:

یاد رہے، ان کا یہ مقالہ اس مجموعہ مقالات میں شامل ہے، جو علی گڑھ میں منعقدہ ایک سیمینار میں پیش کیے گیے اور پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ فرماتے ہیں:

"اس وقت مسلم سماج میں جو بہت سے ناپسندیدہ رسوم ورواج اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر داخل ہوگئے اور ان کو قبول بھی کر لیا گیا ہے، ان میں سب سے برا رواج (بیک وقت) تین طلاقوں کا ہے اور پھر حلالے کی گندی رسم۔ بجائے اس کے کہ علما اس غلط رسم ورواج کو مٹاتے، ان کی طرف سے اس کو سندِ جواز مل گئی ہے۔"

اور 'گندی رسم' پر حاشیہ دے کر لکھتے ہیں:

"حلالے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے اس سے پہلے سے طے ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کے بعد... اس کو طلاق دے دے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ قرآن کی ہدایت کے بالکل خلاف ایک سازش ہے۔ نبی ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[2]

۱ ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، بھارت بابت جون ۲۰۰۷ء

۲ مجموعہ مقالات سیمینار بعنوان 'خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات': ص ۱۶۹ اور ۱۸۰، ناشر ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ، طبع ۲۰۱۰ء

۴۔ حلالہ سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے!

مولانا عبدالحلیم قاسمی (بانی جامعہ حنفیہ، گلبرگ، لاہور) اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

”اب اس معاملے کو حلالے کے نام سے مشروط نکاح کسی شہوت پرست مرد سے کر دیا جاتا ہے اور صبح اس عورت کو پہلے خاوند کے حوالے کر کے ﴿حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ﴾ پر عمل ظاہر کر دیا جاتا ہے جو سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے۔ کوئی غیرت مند آدمی اپنی عورت کو گائے، بھینس اور بکری بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اللہ کی پناہ مختلف علاقوں میں حلالہ نکالنے کے لیے خاص آدمی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔“

آگے ’ایک مجلس کی تین‘ طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کو عہدِ نبوی ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں دو سال تک کا عمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سیاسۃً ایک مجلس میں تین طلاقوں کو تین تسلیم کر لیا تھا، یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہ نے اس معاملے میں اختلاف فرمایا ہے جو کتبِ احادیث میں بادلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور ﷺ کا نہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لکیر کے فقیر بن کر غلط راستے پر گامزن ہیں اور ایک ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر سفاح (بدکاری) ہے۔ اس لیے حضور پاک ﷺ نے واضح الفاظ میں لعنتی قرار دیا ہے اور مانگا ہوا بکرا اس کو فرمایا جو زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔“[1]

۵۔ اسلام (حلالے کے جواز جیسی) ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہو گا !!

پیر کرم شاہ ازہری جج سپریم اپیلیٹ شریعت بنچ، بریلوی مکتبِ فکر کی ایک نمایاں شخصیت

1 مکتوب بنام محمد طفیل، ملتان، بحوالہ ’ایک مجلس کی تین طلاقیں‘ مطبوعہ دار السلام، لاہور: ص ۱۸۱ تا ۱۸۳

گزری ہے۔ یہ جب جامعہ ازہر (مصر) سے پڑھ کر آئے تو 'دعوتِ فکر و نظر' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں اُنہوں نے نہایت پرزور انداز میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے پر زور دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ایک تعزیری اقدام قرار دیا اور فرمایا کہ اب یہ تعزیری اقدام حلالے جیسی بے غیرتی اور ارتداد کا باعث بنا ہوا ہے، اس لیے علما ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کا فتویٰ دے کر اُمت پر رحمت کا دروازہ کھول دیں۔ ان کے فرمان کو انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"لوگوں میں شرعی احکام کے علم کا فقدان ہے۔ اُنہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا کتنا بڑا جرم ہے اور تلعّب بکتاب اللہ کے مترادف ہے۔ وہ غیظ وغضب کے حالت میں منہ سے بک جاتے ہیں، اُنہیں تب ہوش آتا ہے جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے ایک جنبش لب سے اپنے گھر کو برباد کر دیا ہے۔ اس کی رفیقہ حیات اور اس کے ننھے بچوں کی ماں اس پر قطعی حرام ہو گئی ہے۔ اس کی نظروں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ یہ ناگہانی مصیبت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے، پھر وہ علما صاحبان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جو باستثنائے چند حضرات، بڑی معصومیت سے اُنہیں حلالے کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اس وقت اُنہیں اپنے غیور رسول کی وہ حدیث فراموش ہو جاتی ہے: «لعن الله المحلل والمحلل له»
"حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جائے، اس پر بھی اللہ کی لعنت۔"

اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی سن لیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو، حلالہ کرنے والے پر بھی اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔"

ان علمائے ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو اگر کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہو گا تو اسلام اپنے کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہو گا اور دین سبز گنبد کے مکین کی دہائی دیتا ہو گا۔

اب حالات دن بدن بدتر ہو رہے ہیں۔ جب بعض طبیعتیں اس غیر اسلامی اور غیر انسانی حل کو قبول نہیں کرتیں اور اپنے گوشۂ عافیت کی ویرانی بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تو وہ پریشان اور سراسیمہ ہو کر ہر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اس وقت باطل اور گمراہ فرقے اپنا آہنی پنجہ اُن کی طرف بڑھاتے ہیں اور انہیں اپنے دامِ تزویر میں بھی پھنسا لیتے ہیں۔ اس کی بیوی تو اسے مل جاتی ہے لیکن دولتِ ایمان لوٹ لی جاتی ہے۔ میرے یہ چشم دید واقعات ہیں کہ کنبے کے کنبے مرزائی اور رافضی ہو گئے۔ جب حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہو، جب یہ تعزیر (بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کی رائے) بے غیرتی کی مہر ہو بلکہ اس کی موجودگی سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہو۔ ان حالات میں علمائے اسلام کا یہ فرض نہیں کہ اُمّتِ مصطفیٰ ﷺ پر درِ رحمت کشادہ کریں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیں) (دعوتِ فکر و نظر)

پیر صاحب موصوف کا یہ مقالہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس کتاب میں شامل کیا گیا تھا جو احمد آباد (بھارت) میں منعقدہ سیمینار کے مقالات کے مجموعے پر مشتمل تھی۔ ان سب کا موضوع مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ ہی تھا۔ پیر صاحب کے مقالے کی بیشتر عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی راقم ہی نے کیا تھا، یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔ جب سے یہ فاضلانہ مقالہ 'مجموعہ مقالاتِ علمیہ' دربارہ 'ایک مجلس کی تین طلاقیں' نامی کتاب کا حصہ ہے اور نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور کی شائع کردہ ہے۔ پیر صاحب کا مذکورہ اقتباس، اس کتاب کے صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ نکاح بشرطِ تحلیل حرام اور موجبِ لعنت ہے!

مولانا کفایت اللہ دہلوی مرحوم کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، علمائے احناف (دیوبند) میں وہ مفتی اعظم ہند مانے اور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے فتاوٰے ۹ جلدوں میں 'کفایت المفتی' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ فتاویٰ میں درج ایک سوال، جواب ملاحظہ فرمائیں:

"سوال: شرع شریف میں حلالہ کس کو کہتے ہیں؟ بعض علاقوں میں مروّجہ حلالہ عمل میں لاتے ہیں، کسی کے لیے حلالہ کرتے ہیں، بعض مفتی اس پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے

یانہیں، اگر جائز ہے تو حدیث شریف لعن رسول اللہ المحلل والمحلل کا کیا مطلب ہے؟

(۳۵۹) جواب: مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرلے اور پھر اس سے طلاق یا موتِ زوج کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہلے زوجِ مطلق کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اس کا نام حلالہ ہے۔ لیکن زوج اوّل یا زوجہ کے کسی ولی کی طرف سے زوجِ ثانی سے یہ شرط کرنا کہ وہ طلاق دے دے اور زوجِ ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا، یہ حرام ہے۔ اس میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے۔ حدیث جو سوال میں مذکور ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ تحلیل کی شرط کر کے نکاح کرنا موجبِ لعنت ہے۔[1]

۷۔ حلالے کی رائج شکل بالکل متعہ کی طرح ہے!

ایک اور حنفی عالم مولانا محفوظ الرحمن قاسمی فاضل دیوبند، مدرّس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں (بھارت) مجلس واحد کی تین طلاقوں کی خرابیوں کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"جب لوگ دینی ناواقفیت اور جذبات کی شدت سے مجبور ہو کر (اکٹھی) تین طلاق دیتے ہیں تو صحیح حکم کے ظاہر ہونے کے بعد سخت نادم ہوتے ہیں اور دنیا بھر کی حیلہ جوئی اور چارہ گری تلاش کرتے ہیں، ایسی غلط تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ پھر وہ عورت اس کے نکاح میں بغیر تحلیل (شرعی) کے آجائے یا باقی رہ جائے۔

اس سے متعدد خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اگر طلاق دینے والا حنفی مسلک رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہنا چاہتا ہے تو لامحالہ تحلیل کی شکل اختیار کرتا ہے، شرط باندھ کر دوسرے سے نکاح کراتا ہے کہ تم کل طلاق دے دینا اس طرح وہ شریعت کے نزدیک مجرم ٹھہرتا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے حلالے کے لعنتی اور زناکاری ہونے کی بابت احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں، پھر لکھتے ہیں:

"اب آپ غور کر کے دیکھیے کہ ہمارے معاشرے میں کون سی شکل رائج ہے؟ بالکل

[1] کفایت المفتی از مولانا کفایت اللہ دہلوی: ج ۶ ص ۳۶۱، ۳۶۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان

متعۃ النساء کی طرح مشروط نکاح کیا جاتا ہے اور اگلے دن نکاح کرنے والے سے طلاق لے لی جاتی ہے۔ اس شکل میں بعض ایسے شرم ناک اور حیاسوز قصے سننے میں آتے ہیں کہ کسی طرح شریعت کا مزاج اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، جب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو میں سنگ سار کروں گا۔"[1]

اس کے بعد موصوف نے ایسے بعض واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رجوع کا حق دینے کے بجائے، تین ہی طلاقیں شمار کر کے صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیا تو دونوں میاں بیوی کس طرح نہایت عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ اہل علم محولہ کتاب میں یہ واقعات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آخر میں فاضل مضمون نگار نے ایسے عبرت ناک انجام سے یا حلالے جیسے لعنتی کام سے بچنے کا حل یہی بتلایا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق سمجھا جائے۔[2]

ایک ضروری تصحیح

"مروّجہ حلالہ ملعونہ..." مضمون کی دوسری قسط جو 'محدث' کے گزشتہ شمارے میں شائع ہوئی ہے، اس مضمون کے صفحہ نمبر ۶۹ پر ایک عبارت میں تسامح ہو گیا ہے۔ قارئین اس صفحے کی سطر نمبر ۱۶، ۱۷ کو اس طرح پڑھیں:

"عثمانؓ کی خلافت کے بالکل آخری دور ۳۳ھ/ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (الاعلام از زرکلی: ۱۳/ ۳۹۲) جبکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کی شہادت ۳۵ ہجری میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح گویا حضرت ابن سیرین کی ولادت ہی حضرت عمرؓ کی شہادت کے ۱۰ سال بعد ہوئی ہے اور وہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ بیان کر رہے ہیں؟ اس اعتبار سے"

۱ مجموعہ مقالاتِ علمیہ: 'ایک مجلس کی تین طلاق'؛ ص ۳۲ تا ۳۴

۲ ایضاً: ص ۳۷